مسلم نوجوانوں کے حقوق و فرائض کی تشکیلِ جدید: فکرِ نو کے تناظر میں

Reconstruction of Rights & Obligations of Muslim Youths: In Contemporary Perspective

ڈاکٹر نیاز محمد[i] ڈاکٹر محبوب الرحمن شاہ[ii]

Abstract

The rise and fall of a nation depend on her youth's education and character-building. Those nations, who have focused on the quality training of their youth and education, have yielded promising results and the road to prosperity progress. Therefore, youth hood is the most significant time of one's life. On account of this, great focus has been laid on youth in Islamic literature, especially in the teachings of the Prophet (S.W.A), who has concentrated on their rights and duties in his speeches by addressing them as O youths! Rights and duties of the youths have been mentioned in Islamic literature by various means; but keeping in view the need of the hour it requires to be reviewed and reconstructed these rights and duties in accordance with the modern approaches especially acquisition of freedom of thoughts and equality in treatments. Keeping in view the nature of emerging and prevailing problems and needs regarding Muslim youth in the contemporary era, the article in view has attempted to present modern parameters for the youth's rights and duties in a new order after reviewing them in Islamic literature.

Key Words: Muslim Youths, Rights, Obligations, Reconstruction

مقدمہ

کسی قوم کا عروج وزوال اس قوم کی نوجوان نسلوں کو دی جانے والی تعلیم و تربیت پر منحصر ہے۔ وہ قومیں جن کی نوجوان نسلیں پرورش کے دوران اچھی تربیت حاصل کرتی ہیں، ترقی اُن قوموں کا مقدر ہوتی ہے اوراس کے برعکس وہ قومیں جواس پہلو سے غفلت برتتی ہیں اُن کا ہمیشہ روبہ زوال ہونا تاریخ کا ایک اٹل فیصلہ ہے۔ کسی قوم کے مستقبل کے بارے میں ہم

---

i پروفیسر علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii سبجیکٹ سپیشلسٹ، ماڈل دینی مدرسہ کراچی

پیشن گوئی کرنا چاہیں تو اس قوم کے نوجوانوں کو دی جانے والی تربیت کا مطالعہ کیا جائے، اس بنیاد پر کی جانے والی پیشن گوئی سو فی صد درست نکلے گی۔ اپنی نوجوان نسلوں کی قدر دان ہر قوم اپنے عروج پر پہنچی، مگر جن قوموں نے انہیں جوانی کی اندھی خواہشوں کی لہروں پر چھوڑ دیا اُنہیں اس غفلت کی بھاری سزا بھگتنا پڑی۔

حقیقت یہ ہے کہ معاشرے میں نوجوان افراد قوت اور ذہانت کے نونہال پودے ہوتے ہیں۔ اگر ان کی تربیت اور اصلاح درست انداز سے کی جائے تو ایسے نوجوان قوم کی اجتماعی مشکلات پر قابو پانے والے شہ سوار،، دلوں کو روشن کرنے والے اور دنیا کو اعلیٰ نظام سے روشناس کرنے والی ایک زوردار طاقت بن سکتے ہیں۔ ہم جس وقت تربیت کے ذریعہ ایک نوجوان کی مدد کو نہیں پہنچتے اُس وقت تک وہ اپنے خول کے اندر ہوس اور ذوق کا پروانہ ہی بنا رہتا ہے جو آگے چل کر علم، بصیرت اور منطق سے بہت دور گردش کرتا ایک دیوانہ اور خونخوار شخص کا روپ بھی دھار سکتا ہے۔

مفکرِ اسلام اور شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے تو امت مسلمہ کی عظمتِ رفتہ کو یاد کرتے ہوئے روشن مستقبل کی نوید نوجوانوں کو سمجھا اور خطاب بہ نوجوانانِ اسلام میں ان کو اپنے اس کلام کے ذریعہ جھنجھوڑا ہے:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے؟ — وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا؟

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں — کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

تمدّن آفریں، خلاّقِ آئینِ جہاں داری — وہ صحرائے عرب، یعنی شتربانوں کا گہوارا

سماں اَلفَقرُ فَخری کا رہا شانِ امارت میں — بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے — کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے — جہاں گیر و جہاں دار و جہانبان و جہاں آرا

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں — مگر تیرے تخیّل سے فزوں تر ہے وہ نظّارا

تجھے اپنے آبا سے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی — کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیّارا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی — ثریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی — نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی — جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

غنی روزِ سیاہ پیرِ کنعاں را تماشا کن — کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را[1]

جس طرح علامہ محمد اقبالؒ نے الہیات اسلامی کی تشکیل جدید کی ضرورت محسوس کی اور پھر اس کے نتیجے میں یہ داعیہ ایک تحریک بن گئی اسی طرح گو کہ اسلامی مصادر اور لٹریچر میں مختلف پیرایوں میں مسلم نوجوانوں کے حقوق و فرائض کی طرف نشان دہی ہوتی ہے تاہم اُن کا گہرا جائزہ لے کر جدید انداز سے تشکیل کی ضرورت ہے کیونکہ نہ صرف معاشرتی اور عالمی تبدیلیاں بلکہ دور حاضر کے جدید رجحانات بھی شدت سے اس کے متقاضی ہیں کیونکہ اس وقت دنیا میں آزادی، مساوات اور بنیادی حقوق کے حصول کی لہر اٹھی ہے، اس نے ماضی کے متعدد رجحانات اور اقدار کو نہ صرف متاثر کرنا شروع کر دیا ہے بلکہ تبدیل بھی کر دیا ہے.

معاشرے کی اصلاح یا بگاڑ میں نوجوانوں کا کردار بہت اہم ہے اور اگر نوجوانوں کو معاشرتی اصلاح کی عمارت کے مرکزی ستون قرار دیا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ مذکورہ پس منظر میں زیر نظر مضمون "مسلم نوجونوں کے حقوق و فرائض کی تشکیلِ جدید: فکرِ نو کے تناظر میں" درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کیا جارہا ہے:

الف: حقوق و فرائض کے تعین کی اسلامی فلسفیانہ بنیاد

ب: مسلم نوجوانوں کے حقوق

ج: مسلم نوجوانوں کے فرائض

الف: حقوق و فرائض کے تعین کی اسلامی فلسفیانہ بنیاد

اسلامی تعلیمات میں حقوق و فرائض کا دائرہ کار بڑا وسیع ہے جو انسانوں سے لے کر نباتات و جمادات تک پھیلا ہوا نظر آتا ہے تاہم حقوق کے استحقاق اور فرائض کا التزام تفکر و تعقل اور تکلیفِ شرعی کے فلسفہ کی بنیاد پر نظر آتی ہے۔ تفکر و تعقل کا ابتدائی مرحلہ تمام ذی روح مخلوق میں موجود ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کرہ ارض پر بسنے والی مخلوق کی ہر اکائی اپنی دانست میں وہی کچھ کر رہی ہے جو اس کے لیے مفید اور اس کی بقاء و حیات کے لیے ضروری ہے، اس کے لیے وہ اپنے دستیاب ذرائع کا استعمال بخوبی جانتی ہے اور اُسے یہ صلاحیت ہدایت وہبی سے حاصل ہے جو اس کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے روزِ اول ہی سے رکھ دی ہوتی ہے جس میں کھانا پینا، چرنا یا بھوک کے وقت شکار کرنا اور کسی ضرر رساں ماحول کا سامنا ہونے پر حسبِ حیثیت دفاعی یا اقدامی عمل کرنا وغیرہ شامل ہے، اس حد تک تعقل و تدبر تمام مخلوقات ارضی کو حاصل ہے۔ اگر انسان محض اسی درجے پر اکتفاء کرے تو اسے حیوانی درجہ قرار دیا جا سکتا ہے جس تک انسان کے لیے محدود رہنے کی قرآن کریم نے مذمت کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ[2]

" جن لوگوں نے انکار کیا وہ دنیاوی فوائد حاصل کر رہے ہیں اور کھاتے بھی ہیں مگر حیوانوں کی طرح۔ "

چونکہ نباتات اور حیوانات میں اُس درجہ کا تفکر و تعقل موجود نہیں جن پر امور شرعی کے لئے مکلّف قرار دیئے جانے کا دارومدار ہو لہذا اسلام میں نباتات و حیوانات کے حقوق تو ملتے ہیں لیکن فرائض کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا جب کہ انسانوں کو اعلیٰ درجے کا تفکر و تدبر حاصل ہے اس لئے ان کے حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض کا بھی ایک وسیع دائرہ ہے۔

انسانوں میں حقوق و فرائض کی بحث کی جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی زندگی کے مختلف ادوار ہیں جن کو بچپن، لڑکپن، نوجوانی، کامل جوانی، ادھیڑ عمر، بڑھاپا وغیرہ کے عنوانات دیئے جاتے ہیں تاہم اِن سب میں اہم دور نوجوانی کا ہے جس میں ایک طرف تفکر و تعقل بتدریج ترقی کر رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف قویٰ بھی بتدریج مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جاتے ہیں، اس لیے اس دور میں حقوق و فرائض کا وجود بطور تلازم نظر آتا ہے یعنی حقوق و فرائض ساتھ ساتھ چلتے ہیں تاہم یہ دور زندگی کے گہرے سمندر کا وہ تلاطم خیز، پارہ صفت اور شر ربار حصہ ہے جہاں اگر معمولی بے توجہی برتی جائے تو نہ صرف فرد کا اپنا ذاتی نقصان ہو گا بلکہ وہ مجموعی معاشرے کے لئے باعث ضرر و نقصان بن سکتا ہے۔

چونکہ اس دور میں فرد کے قویٰ مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جاتے ہیں اور ہر چیز میں تفکر اور اس کے نتیجے میں کچھ کرنے کا جذبہ اپنے درجہ کمال کو پہنچا ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ہی شرعی احکامات پر عمل کرنے کے لئے جسمانی طاقت اپنے پورے جوبن پر ہوتی ہے اس لئے اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں قوم کے نوجوان افراد کے حقوق و فرائض اس لائق ہیں کہ ان پر بھرپور توجہ دی جائے۔

ب: مسلم نوجوانوں کے حقوق

1-حق اعتراف ذات

انسان خود پسند واقع ہوا ہے چنانچہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی صلاحیتوں کو سراہا جائے، یہ ایک فطری داعیہ ہے جس کا کماحقہ ادراک کرتے ہوئے ہم اپنے نوجوانوں کی کردار سازی بہ آسانی کر سکتے ہیں۔ اولاد کے بگاڑ میں ان سے عدم توجہی ایک بڑی وجہ ہے۔ جب والدین یا بڑے اپنے بچوں اور نوجوانوں کو نظر انداز کرنے کی روش اپنا لیں تو وہ اپنی مرضی چلانے کے عادی ہو جاتے ہیں اور جوں جوں وہ بڑے ہوتے جاتے ہیں ان کی یہ عادت پختہ ہوتی چلی جاتی ہے اور آخر کار وہ خود سر ہو جاتے ہیں پھر والدین اور معاشرے کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ نوجوان خود سر ہو گئے ہیں اور بزرگوں کی بات نہیں مانی جا رہی۔

ہمارا آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ نوجوانوں کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے بلکہ بسا اوقات ان کی تحقیر کی جاتی ہے، بزرگوں کے مزاج سے کسی غیر ہم آہنگ سوال کرنے پر بے ادبی کا لیبل لگا کر ان کے کردار پر مختلف انداز سے تبصرے کئے جاتے ہیں، یہ وہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے دور حاضر کا نوجوان ایک قسم کی گھٹن محسوس کرنے لگتا ہے، جب اسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو باغی ہو جاتا ہے اور پھر اسی طرح تمام رکاوٹیں اور حدود توڑ کر معاشرے میں انتشار اور فساد پھیلانے میں آلہ کار بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گھٹن اور دباؤ کے ماحول کو ناپسند فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ وسلم کے مثالی رویہ کی تعریف کی ہے اور اسے امت کے لیے بطور نمونہ پیش کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[3]

"اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہی کی وجہ سے آپ ان کے لئے نرم خو ہوئے۔ اگر آپ سخت خو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے بھاگ نکلتے، اس لیے آپ انہیں معاف کرتے رہیں اور ان کے لئے معافی مانگتے رہیں اور ان سے معاملات میں مشورہ کیا کریں۔"

مذکورہ آیت میں دیگر افراد کی ذات کو نہ صرف تسلیم کیا گیا بلکہ عملی طور پر اظہارِ ذات اور اعترافِ صلاحیت کا بھی انتظام کیا گیا ہے اور ان سے باقاعدہ مشورہ لینے کا پابند کیا گیا ہے، گویا اس بات کی تلقین کی جارہی ہے کہ ایسا کوئی لفظ نہ بولا جائے یا ایسا کوئی قدم نہ اٹھایا جائے جس سے بلاوجہ کسی کی ذات کی تحقیر یا نفی ہو کیونکہ اس طرح نہ صرف وہ دور سے دور تر ہو سکتا ہے بلکہ مخالفت میں آکر ریشہ دوانیاں بھی شروع کر سکتا ہے۔

اعترافِ ذات نوجوانوں کا اولین حق ہے اور اس حق کی ادائیگی کے ذمہ داران میں والدین، اساتذہ، قوم اور علاقہ کے بزرگ شامل ہیں، اسی طرح مقامی اور قومی حکومتیں بھی اس کی ذمہ دار فریق ہیں، چنانچہ اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ نوجوانوں کے اظہارِ ذات کے لیے مختلف یوتھ پروگرام تشکیل دیں۔

2- حقِ اعترافِ صلاحیت

بوڑھوں کی نسبت نوجوانوں میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے اور اُن میں خطرات کو مول لینے کی صلاحیت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ معاشرے پر لازم ہے کہ وہ اُن کی خفیہ صلاحیتوں کے اظہار کے مناسب مواقع فراہم کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کی راہنمائی بھی کی جاتی رہے تاکہ اُن میں نہ صرف خود اعتمادی بلکہ قائدانہ صلاحیتیں بھی پیدا ہوں۔ ہمیں

اسوہ نبوی میں جیش اسامہ رضی اللہ عنہ سے راہنمائی ملتی ہے کہ حضور ﷺ نے اکابر صحابہ کی موجودگی میں بیس سالہ حضرت اسامہ بن زید کو قیادت سونپ کر ان کی صلاحیتوں کا عملی اعتراف کیا، جب کچھ لوگوں نے حضرت اسامہ کی چھوٹی عمر میں قیادت پر حیرانگی کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

وَايْمُ اللَّهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ[4]

"اللہ کی قسم وہ قیادت کا اہل ہے۔"

اس روایت میں امت کے بزرگوں کے لیے واضح درس ہے کہ وہ نوجوان نسل کی صلاحیتوں کے اعتراف میں انہیں حسبِ حال ذمہ داریاں دیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی راہنمائی بھی کریں تاکہ ان میں قائدانہ صلاحیتیں پیدا ہوں۔

دور حاضر کا نوجوان بوڑھوں اور بزرگوں سے تازہ ترین معلومات رکھتا ہے اور معاصر صنعتی اور مواصلاتی وسائل تک اس کی دسترس زیادہ ہے جس کی وجہ سے اس کی صلاحیت، لیاقت اور کارکردگی میں نمایاں نکھار آسکتا ہے اس لیے نوجوانوں کی اس صلاحیت کا اعتراف ان کا حق ہے جو معاشرے کے افراد پر لازم ہے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما کی روایت ہے:

كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لِمَ تُدْخِلُ هَذَا الفَتَى مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ؟ فَقَالَ:«إِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ قَالَ: فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَعَانِي مَعَهُمْ قَالَ: وَمَا رُئِيتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّي، فَقَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالفَتْحُ، وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللَّهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لاَ نَدْرِي، أَوْ لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا، فَقَالَ لِي: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، أَكَذَاكَ تَقُولُ؟ قُلْتُ: لاَ، قَالَ: فَمَا تَقُولُ؟ قُلْتُ: هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ اللَّهُ لَهُ: إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالفَتْحُ فَتْحُ مَكَّةَ، فَذَاكَ عَلاَمَةُ أَجَلِكَ: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا. قَالَ عُمَرُ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ[5]

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری کم عمری کے باوجود مجھے بدری صحابہ کے ساتھ مجلس شوری میں شامل کر رکھا تھا جس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر بچوں کو بھی مجلس شوریٰ میں شامل کرنا ہے تو ہمارے بچے بھی شامل کئے جائیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار مجلس میں مجھ سے پوچھا کہ سورہ نصر میں کیا بیان کیا گیا ہے؟ مجھے معلوم ہو گیا کہ اس سے ان کے سامنے میری صلاحیت کا اظہار مقصود ہے، ان میں سے کچھ حضرات نے فرمایا کہ اس سورت میں فتح مکہ کی خوشخبری اور اس پر حضور ﷺ کو شکر کے طور پر تسبیح و تحمید کی تلقین کی گئی ہے اور بعض نے کوئی خیال ظاہر نہیں کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، بلکہ اس سورت میں تو حضور ﷺ کی روانگی کی اطلاع ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی صرف اتنا ہی جانتا ہوں۔"

3- حق اعتماد و مشاورت

یہ بات سچ ہے کہ معمّر حضرات زیادہ تجربہ رکھتے ہیں اور حالات و واقعات کو اپنے تجربے کی روشنی سے پرکھتے ہیں تو دوسری طرف نوجوان چونکہ نئے زمانے اور حالات کی پیداوار ہوتے ہیں اس لئے وہ خود بھی حالات کا جائزہ لے کر مسائل و واقعات کی تہہ تک پہنچنا چاہتے ہیں اس لئے ایسے حالات میں اساتذہ کا شاگردوں پر یا والدین کا اولاد پر یا معاشرے کا نوجوانوں پر اعتماد نہ کرنا اور انہیں مشاورت کے ذریعہ فیصلہ سازی میں شریک نہ کرنا انہیں احساس کمتری کا شکار بنا دیتا ہے، بڑوں کی جانب سے ایسے اقدامات نوجوانوں کو اپنے سے دور کرنے کا سبب بنتے ہیں اس لئے اِس دوری کو ختم کرنے کے لئے بڑوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ نوجوانوں میں خوداعتمادی پیدا کرنے اور ان میں قائدانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی خاطر ان پر زبردستی اپنے فیصلے مسلط نہ کریں بلکہ اُن کو سنا جائے اور اُن پر نہ صرف اعتماد کیا جائے بلکہ ان سے باقاعدہ مشاورت بھی کی جائے کیونکہ مشاورت کے ذریعہ طے کیے گئے معاملات اور امور میں تمام افراد خود کو برابر کا شریک سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے اُن کی توانائیاں بھی شامل ہونے کی وجہ سے مشکل سے مشکل کام سہل نظر آنے لگتا ہے چنانچہ اسلام نے صیغہ امر کے ساتھ خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ کو فرمایا:

وَشَاوِرهمْ فِی الاَمرِ[6]

"آپؐ صحابہ کرام سے مشاورت کیا کیجئے۔"

اولاد سے مشاورت کرنا انہیں مستقبل میں اپنی ذمہ داریاں بہتر طور پر ادا کرنے کا ایک تربیتی عمل ہے۔ اللہ تعالی نے عام مسلمانوں کی بہترین صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنے معاملات مشورے سے کرتے ہیں:

وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ[7]

جو لوگ اپنے نوجونوں پر اعتماد نہیں کرتے اور عموما ان سے مشاورت نہیں کرتے وہ اپنے ہاتھوں اپنا وقار داؤ پر لگا دیتے ہیں کیونکہ نوجوانوں کو فیصلہ سازی سے مسلسل محروم رکھنا ان میں یک گونہ نفرت کے بیج بونے کے مترادف ہے۔

4- تعلیم و تربیت

تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کو علم کے کسی ایک مقام پر قناعت و اکتفا کی بجائے مسلسل بڑھوتری اور اضافہ کے دعا کی تعلیم دی ہے، فرمایا:

قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا[8]

"کہیے اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔"

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ أَشْرَفَ مِنَ الْعِلْمِ لَأَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْأَلَهُ الْمَزِيدَ مِنْهُ كَمَا أَمَرَ أَنْ يَسْتَزِيدَهُ مِنَ الْعِلْمِ[9]

"اگر کوئی چیز علم سے افضل اور برتر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتے کہ وہ اس میں اضافہ کی دعا کریں، جیسا کہ علم طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

نوجوانوں کی درست تعلیم و تربیت نہ صرف ان کا حق ہے بلکہ اس میں خود معاشرے کا اپنا مفاد بھی ہے، ایک تربیت یافتہ نوجوان ہی معاشرے کی ضروریات زیادہ بہتر طور سے پوری کر سکتا ہے۔ نوجوانوں کو اُن کے اِس حق سے محروم کرنا معاشرے کا آپ ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے اسی لیے اسلام نے تعلیم کی اہمیت پر انتہائی زور دیا ہے کیونکہ انسان کی ترقی تعلیم و تربیت ہی سے وابستہ ہے، جو فرد یا گروہ علم سے بے بہرہ ہو وہ زندگی کی تگ و دو میں پیچھے رہ جاتا ہے، نہ تو اس کی فکری پرواز بلند ہوتی ہے اور نہ ہی اس کی مادی ترقی کا کوئی زیادہ امکان ہوتا ہے۔

علم کا دائرہ کار بہت وسیع ہے جس میں تمام فنون اور مہارتیں شامل ہیں اور اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے لوگوں سے بھی سیکھنا اور استفادہ کرنا سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو رومی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا[10] تاکہ دیگر اقوام سے بہتر انداز سے رابطہ استوار کیا جا سکے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اس دور کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق تیر اندازی سیکھنے کا حکم بھی دیا تھا[11]۔

5-شریک زندگی کے بارے میں حق اختیار

اسلام ہر مرد و عورت کو مذہبی دائرہ کار میں رہتے ہوئے آزادانہ زندگی گزارنے کا موقع دیتا ہے، اس لئے شریعت نے شادی کے سلسلے میں نوجوان مرد و عورت کی رائے اور حق کو تسلیم کیا ہے۔ اس بارے میں اسلام کی واضح ہدایات موجود ہیں، شادی کے سلسلے میں لڑکا تو اپنی رائے کا برملا اظہار کر دیتا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں یا تو لڑکی سے رائے لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی یا بسا اوقات اس کی رائے کو کوئی خاص وقعت نہیں دی جاتی، اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات بہت واضح ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

أن جاريةً بكراً أتتِ النبيَّ صلَّى الله عليه وسلم -، فَذَكَرَتْ أن أباها زوَّجها وهي كارِهَةٌ، فخيَّرها النبيﷺ[12]

"ایک کنواری لڑکی حضور ﷺ کے پاس آئی اور بتایا کہ اس کے والد نے اس کی شادی کر دی ہے مگر اسے پسند نہیں، اس پر حضور ﷺ نے اسے اس نکاح کے بارے میں اختیار دے دیا۔"

ایک دوسری روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا زَوَّجَ ابْنَتَهُ بِكْرًا وَلَمْ يَسْتَأْذِنْهَا , فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نكاحها[13]

"ایک آدمی نے اپنی کنواری لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر دیا، وہ لڑکی حضور ﷺ کے پاس شکایت لے کر آئی تو آپ نے اس کا نکاح ختم کر دیا۔"

اس کے علاوہ حضرت خنساء بنت خذام انصاریہ کا مشہور واقعہ بھی بخاری میں مذکور ہے:

انَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهَا[14]

"ان کے والد نے ان کے بیوہ ہونے کے بعد ان کا نکاح کر دیا جو انہیں پسند نہیں تھا جس پر یہ حضور ﷺ کی خدمت میں گئیں تو آپ ﷺ نے ان کا نکاح ختم کر دیا۔"

شریکِ زندگی کے بارے میں خصوصا لڑکی کی اظہار رائے کے بارے میں مزید روشنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درج ذیل روایت سے بھی ملتی ہے:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَارِيَةِ يُنْكِحُهَا أَهْلُهَا، أَتُسْتَأْمَرُ أَمْ لَا؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، تُسْتَأْمَرُ،فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لَهُ: فَإِنَّهَا تَسْتَحِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَلِكَ إِذْنُهَا إِذَا هِيَ سَكَتَتْ "[15]

"میں نے حضور ﷺ سے نکاح کے وقت لڑکی کی اجازت کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس سے اجازت لی جائے گی یا نہیں ؟آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی اجازت ضروری ہے، میں نے عرض کیا: وہ تو شرمائے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہو گی۔"

ج: مسلم نوجوانوں کے فرائض

ا- عرفان ذات و مقام

انسان پوری دنیا کو جان سکتا ہے مگر اپنی ذات کو نہیں پہچان پاتا حالانکہ اس کا وجود بچپن سے اس کے ساتھ ہوتا ہے،اس کے باوجود اس کو اس بات کا ادراک نہیں ہو پاتا کہ وہ کیا ہے،اس کا مقام اور مقصد کیا ہے اور اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ نہ ہی اپنی خفیہ صلاحیتوں کا اسے ادراک ہوتا ہے،اس طرح وہ ادراکِ حقائق سے محروم رہتا ہے اور پھر حیوانوں جیسی بے مقصد زندگی گزارتا ہے جس میں اس کی کل غرض و غایت اور مقصد حیات صرف جسمانی اور شہوانی ضرورتوں کی تکمیل ہی قرار پاتی ہے،جب اس کی کچھ خواہشات کی فوری تکمیل نہیں ہوتی تو وہ مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر بسا اوقات اللہ تعالیٰ

سے شکوہ و شکایت کا بھی مرتکب ہو جاتا ہے۔

بعض دفعہ کچھ لوگ اپنی ذات سے متعلق اندازہ لگانے میں افراط کا شکار ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگ جاتے ہیں اور اپنی وسعت سے زیادہ کاموں اور خواہشات کی تکمیل کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جس میں ناکامی پر شدید ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں حالانکہ اگر انسان کو اپنی حقیقت کا درست ادراک ہو جائے تو وہ بہت بڑے اور عظیم کارنامے سرانجام دے سکتا ہے وہ طوفانوں کا رخ موڑ سکتا ہے، وہ سمندروں دریاؤں اور فضاؤں کو مسخر کر سکتا ہے۔

عرفانِ ذات کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور مقولہ ہے کہ:

مَن عَرَفَ نفسَه فقَد عَرَفَ رَبَّه[16]

"جس نے اپنے آپ کو پہچانا تو اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔"

2-احساسِ ذمہ داری

زندگی احساس و شعور کا نام ہے، اگر یہ باقی نہ رہے تو اسے موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قوموں کی زندگی ناپنے کا پیمانہ بھی ذمہ داریوں کا شعور ہے، ایک زندہ قوم وہی کہلاتی ہے جس کے افراد اپنے فرائض کا شعور رکھتے ہوں اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیتے ہوں، حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[17]

"تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے، ہر ایک سے اس کی رعیت کے سلسلے میں بازپرس ہوگی۔"

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ القِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ"[18]

"کسی شخص کے قدم قیامت کے دن اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک چار باتوں کی اس سے پوچھ گچھ نہ ہو جائے، عمر کہاں لگائی؟ علم پر کہاں تک عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ جوانی کہاں گنوائی؟"

احساس جوابدہی کا یہی وہ محرک تھا جس نے صحابہ کرامؓ کو ذمہ دار شخصیات بنا دیا تھا جو ساری دنیا والوں کے لیے نمونہ بنے۔ حضور ﷺ نے قیامت تک کے نوجوانوں کو احساس ذمہ داری دلانے کے لیے متعدد بار خصوصی طور پر ان کو ان کی جوانی یاد دلاتے ہوئے **یا معشر الشباب** (اے نوجوانو!) کے الفاظ سے خطاب کیا ہے۔

احساس ذمہ داری سے عاری شخص کا معاشرے میں کوئی مقام نہیں ہوتا بلکہ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کا دین بھی نامکمل ہی رہتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ ولا دين لمن لا عهد له[19]

"اس آدمی کا ایمان مکمل نہیں جس میں امانت داری نہیں اور اس آدمی کا دین مکمل نہیں جس میں پاسداری نہیں۔"

3-: کردار سازی

قرآن مجید میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ ربّ العالمین نے اس کائنات اور تمام مخلوقات کو ایک اعلیٰ مقصد کے تحت بنایا ہے اور انسان کو اس زمین پر اشرف المخلوقات بنا کر اسے اپنا نائب اور منتظم بنایا، چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا[20]

"ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور انکو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔"

انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی واحد وجہ یہ ہے کہ اس کے پاس عقل اور اخلاق و کردار نام کا وہ ملکہ ہے جو اس کو دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے۔

نوجوانوں پر ایجابی ذمہ داریوں کے ساتھ کچھ سلبی ذمہ داریاں بھی لازم اور فرض ہیں جس سے عہدہ برآ ہونے پر وہ معاشرے کا ایک ذمہ دار فرد کہلا سکتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولاً[21]

"جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑ نا بے شک کانوں، آنکھوں اور دل کے بارے مؤاخذہ کیا جائے گا۔"

یہی وجہ ہے کہ قرآن جہاں ایک رب کی عبادت کا حکم دیتا ہے وہاں وہ اخلاق و کردار کے دائرہ میں رہنے، جھوٹ بولنے، وعدہ خلافی، خیانت، بدی، رشوت، بغض و حسد اور دوسری برائیوں سے بھی منع کرتا ہے اور سچ بولنے، عفت و پاک بازی، عفو و درگزر اور ایثار و قربانی جیسے نیک اوصاف کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ انسان جس حد تک ان اوصاف سے متصف ہو گا، اسلام اسے اس حد تک اس کے کردار کی بلندی قرار دیتا ہے۔ ایک صحت مند و توانا معاشرۂ انسانی کے وجود و بقا کے لئے ان اخلاقی تعلیمات کے سلسلے میں قرآن مجید یہ ہدایت کرتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[22]

"اللہ انصاف اور احسان سے کام کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے وہ بے حیائی ناپسندیدہ بات اور سرکشی سے روکتا ہے تمہیں وہ نصیحت کرتا ہے شاید کے تم نصیحت پا جاؤ۔

آج جبکہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر پوری دنیا میں فساد و بگاڑ برپا ہے، امن و عدل کا خون کیا جارہا ہے، کمزوروں پر زور آوروں کے لامتناہی ظلم کے سلسلہ کا آئے دن مشاہدہ ہوتا ہے، گویا جاہلیت قدیم نئے لباس میں پورے کرّ و فر کے ساتھ انسانیت کے لئے عفریت بن رہی ہے اور مسلمانوں کے اخلاق کو گھن لگ چکا ہے، ان کے کردار میں مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں جس کے نتیجہ میں انہیں انتشار و پراگندگی اور زوال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوان نسل اپنے کردار سازی کے فریضہ کو اپنے لئے لازم سمجھے تاکہ کردار سازی کے ذریعہ ان تمام معاشرتی بیماریوں کا علاج کیا جائے۔

4- تفکر، تدبر اور تعمیل کی پالیسی

قران کریم نے متعدد مواقع پر تفکیر (سوچنے اور فکر کرنے)، تذکیر (نصیحت حاصل کرنے) اور اس کے نتیجے میں ہی تعمیل (کارروائی واقدام) کی دعوت دی ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ[23]

"اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سب فکر کرو۔"

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ[24]

"اور وہ زمین و آسمان کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں۔"

تفکر و تدبر اور پھر اس کے نتیجے میں تعمیل جیسی صفات کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات قرار پایا ہے، تفکر و تدبر ہی کی بدولت ایک انسان کو کسی بھی موقع پر پیش آنے والے مسئلہ کی نوعیت اور حقیقت سمجھنا، اس کے اسباب و وجوہات کا جائزہ لینا ان سب کا گہرائی سے تجزیہ کرنا، اس کا ممکنہ حل تلاش کرنا اور ان میں سے بہترین حل اور مناسب تدابیر کو اختیار کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

تفکر و تدبر بنی نوع انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم عطیہ ہے، قرآن کریم میں 17 مقامات پر غور و فکر (یتفکرون) کی دعوت، 2 مقامات پر تدبر (یتدبرون) کی دعوت، 10 مقامات پر تفقہ (یفقھون) کی دعوت اور 26 مقامات پر تذکیر (یتذکرون) کی دعوت دی گئی ہے[25]۔ اس لیے حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو مسائل کا حل بذریعہ تفکر و تدبر معلوم کرنے کی باقاعدہ تربیت بھی فرمایا کرتے تھے چنانچہ ترمذی میں ہے:

قَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، البَعِيرُ أَجْرَبُ الْحَشَفَةِ نُدْبِنُهُ، فَتَجْرَبُ الْإِبِلُ كُلُّهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَجْرَبَ الأَوَّلَ "[26]

"ایک اعرابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ایک اونٹ جسے کھجلی ہوتی ہے جب دوسرے اونٹوں کے درمیان آتا ہے تو سب کو کھجلی والا کر دیتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر پہلے اونٹ کو کس سے کھجلی لگی؟"

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُونِي مَا هِيَ؟[27]

درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کا پت جھڑ نہیں ہوتا اور وہ مسلمان کے مشابہ ہے، تو تم مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے؟

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں (کہتے ہوئے) شرما گیا، بالآخر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی بتایئے کہ وہ کون سا درخت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

کبھی حضور ﷺ مزاح میں صحابہ کرام کو تفکر و تدبر کا تجربہ کروایا کرتے تھے تاکہ صحابہ کرام میں یہ خصوصیت اعلیٰ پیمانے پر پیدا ہو جائے، چنانچہ ایک مرتبہ جب ایک شخص نے خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہو کر سواری کے لئے درخواست کی۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ وہ شخص حیران ہوا کیونکہ اونٹنی کا بچہ سواری کا کام کب دے سکتا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اونٹی کے بچہ کا کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو؟[28]

حضور کی سیرت کا گہرائی سے مطالعہ کرنے سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ آپ مستقبل کے امور کی منصوبہ بندی میں تفکر و تدبر اختیار کرتے تھے مثلاً جنگ بدر کے موقع پر آپ ﷺ کا کنوؤں پر پہلے سے قبضہ کر لینا بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔

عمل تفکر و تدبر کی بدولت انسان موقع و محل کی نسبت سے جذباتی کے بجائے دانشمندانہ فیصلے کرتے ہوئے اپنے مقاصد کو جلد حاصل کر سکتا ہے جیسا کہ صلح حدیبیہ کے مقام پر جب سہیل بن عمرو کہنے لگا: اللہ کی قسم! اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر کعبہ سے آپ کو نہ روکتے اور نہ آپ سے لڑتے اس لئے محمد رسول اللہ نہ لکھو بلکہ محمد بن عبداللہ لکھو، حضور ﷺ نے فرمایا: تم اگرچہ مجھے نہ مانو لیکن اللہ کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں، (اچھا) محمد بن عبداللہ ہی لکھ دو[29]۔ اس موقع پر اہم اور ضروری مقصد کے حصول کی خاطر ایک متنازع جملے کے بجائے غیر متنازع جملے کو اختیار کر کے امت مسلمہ کو عظیم درس دیا کہ ایک عملی انسان کو کبھی بھی فوری جذبات میں آ کر مشتعل ہونے کی بجائے اعلیٰ مقصد پر نظر ہونی چاہئے

یہ دور حاضر کا ایک گھمبیر مسئلہ ہے کہ آج کا نوجوان جذباتی ہے، کسی بھی معاملہ میں اسباب و عواقب اور نتائج کی پرواہ کیے بغیر ایسے اقدامات کر بیٹھتا ہے جس کا نتیجہ قوم و ملت کے لیے مضر اور نقصان دہ نکلتا ہے، کوئی غلط کام ناروے میں ہوا ہو تو اس کی سزا یہاں اپنے ملک میں مسلمانوں یا دیگر غیر مسلم کی املاک کو تباہ کر دی جاتی ہے۔ ہمارے اسی مشتعل مزاجی

کی وجہ سے یہاں فرقہ واریت کا عفریت ملک کے اسلامی تشخص کو تباہ و برباد کیے جارہا ہے اور معمولی سے اختلاف پر کفر اور خارج اسلام کے فتوے لگادیئے جاتے ہیں۔ آج کل کے نوجوان کا اہم ترین فرض تفکر، تدبر اور پھر تعمیل کی پالیسی اپنانا ہے جو قوم اس صلاحیت سے محروم ہو اور بغیر منصوبہ بندی کے چلنا شروع کردے تو وہ نقصان ہی اٹھائے گی۔

5- پیشہ ورانہ مہارت

دورِ حاضر میں پیشہ ورانہ مہارت کو بطور پالیسی اپنایا جاتا ہے اور اعلیٰ درجہ کے کاروباری و ادارتی منتظمین "کسی بھی ذمہ داری کے لئے معیاری فرد" کے ذریعے ہی اپنی کامیابیوں میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتے نظر آتے ہیں۔ دورِ حاضر کے مسلم نوجوان کو بھی کسی بھی مطلوب پیشہ کے لیے فردِ معیاری بننا ہوگا ورنہ اس کی حیثیت خام مال کی ہوگی۔

سیرت نبوی ﷺ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں جہاں کسی ذمہ داری کے لئے آپ ﷺ نے کسی صحابی کا انتخاب اسی اصول کی بنیاد پر کیا ہے مثلاً حضور ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا: کل میں ایک ایسے آدمی کو جھنڈا عطا کروں گا کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتا ہوگا، راوی کہتے ہیں کہ (یہ سن کر ہم اس انتظار میں رہے کہ ایسا خوش نصیب کون ہوگا؟) تو آپ نے فرمایا میرے پاس حضرت علی کو بلاؤ، ان کو بلایا گیا تو ان کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں تو آپ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور عَلم اُن کو عطا فرمادیا[30]۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت عثمان کو مشرکین مکہ کی طرف بھیجا۔ حضور ﷺ کا یہ انتخاب کسی قدر درست اور مناسب تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مشرکین مکہ جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے مگر وہ خود حضرت عثمان کو پیشکش کر رہے تھے کہ آپ چاہیں تو عمرہ کرلیں لیکن ہم سب کو اجازت نہیں دے سکتے۔

علاوہ ازیں حضور ﷺ کو جب غیر ملکی سربراہان سے خطوط اور غیر ملکی وفود سے مترجم کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے اس فرائضِ منصبی کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسی مناسب صلاحیت والے فردِ معیاری کا انتخاب کیا جس نے زبان سیکھنے میں اقوام عالم کو حیران کردیا اور صرف نصف ماہ میں سریانی زبان سیکھ لی[31]۔

اسی طرح ابتدائے اسلام میں جب مشرکین مکہ مسلمانوں کو زیادہ ستانے لگے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگی:

اللَّهُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ[32]

"یا اللہ ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہو اس کے ذریعہ اسلام کو تقویت پہنچا۔"

اور حضور ﷺ کا یہ انتخاب اس قدر مناسب تھا کہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد پہلی دفعہ مسلمانوں نے خانہ کعبہ میں نماز ادا کی۔

دور حاضر میں ہر نوجوان کے لیے پیشہ وارانہ مہارت کا حصول انتہائی ضروری ہے، اس کے بغیر معاشرے میں اس کی کوئی قدر و اہمیت نہیں ہو گی کیونکہ دور حاضر اور مستقبل تو "کسی بھی ذمہ داری کے لئے معیاری فرد" کے اصول کا ہے جس کے بغیر ترقی سے محروم ہی رہنا ہو گا۔

6-احترام اکابر

بزرگوں اور معزز شخصیات کا احترام ضروری ہے اور آپ ﷺ نے بارہا اس کی تاکید اور تلقین فرمائی ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے وہ آدمی ہم میں سے ہی نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے[33]۔

اس سلسلہ میں اہم بات یہ ہے کہ بزرگ زمانہ کے سرد و گرم سے آشنا ہو چکے ہوتے ہیں، انہیں خود یا کسی کو اپنے سامنے ٹھوکریں کھاتے کافی تجربات ہو چکے ہوتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ جس سوراخ سے وہ ڈسے گئے ہوں اس خطرہ سے نئی نسل کو آگاہ کر کے بچا لیں، گویا وہ اپنی زندگی کا پورا تجربہ تھوڑی ہی مدت میں نئی نسل کو منتقل کرنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں حاصل کردہ تجربات کی منتقلی کی صورت میں نوجوانوں کو تجرباتی مراحل سے گزرنے اور اوقات کے ضیاع سے بچایا جا سکے، اس لیے دور حاضر کے نوجوان کے لیے ضروری ہے کہ وہ وہاں سے اپنے کام کا آغاز کریں جہاں اس کے پیش رووں نے چھوڑا ہے کیونکہ اگر ہر آنے والا ابتداء سے نئے سرے سے تجربات کرتا تو دور حاضر کی ترقی سے ہم بہرہ ور ہرگز نہیں ہو سکتے تھے۔

7- عملی اقدام سے پہلے تحقیق

قرآن کریم نے مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ وہ محض سنی سنائی خبروں پر کوئی فیصلہ نہ کریں، تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ نادانی میں کسی گروہ کو نقصان پہنچا بیٹھیں اور پھر انہیں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے[34]۔

حضور ﷺ نے بغیر تحقیق ہی کسی بھی قسم کی بات یا افواہ پھیلانے والے کو جھوٹا قرار دیا ہے[35]۔اسی طرح قرآن کریم کی ہدایت ہے کہ جو لوگ امن یا خوف کی ہر خبر کو پھیلا دیتے ہیں، ان کا رویہ غیر ذمہ دارانہ ہے اور اگر وہ خبر کی تحقیق اور اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت رکھنے والوں تک خبر پہنچائیں تو یہ زیادہ بہتر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ[36]

"یہ لوگ جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن پاتے ہیں اُسے لے کر پھیلا دیتے ہیں، حالانکہ اگر یہ اُسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو اِن کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے

ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں۔"

نوجوان جلد باز ہوتے ہیں۔ پروپیگنڈے اور افواہوں کا جلد شکار ہو جاتے ہیں اور مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ جب حقائق سامنے آتے ہیں تو پھر پچھتاوا ہوتا ہے اس لئے نوجوانوں کو چاہیے کہ کسی بھی حساس معاملے میں فوری اقدام کے بجائے سنجیدگی سے حقائق جاننے کی کوشش کریں۔

8-اعتدال پسندی

دنیا کے تمام الہامی مذاہب اعتدال پسندی کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن مجید کو شروع سے آخر تک اگر ہم پڑھتے چلے جائیں تو افراط و تفریط کی بجائے اعتدال پسندی ہی کی تلقین ملے گی۔ اگر ہم کسی شخص کے نظریات کو غلط سمجھتے ہیں، تو ہمیں صرف اور صرف یہی حق حاصل ہے کہ ہم شائستگی کے ساتھ واضح دلائل کی روشنی میں اپنا نقطہ نظر واضح کر کے اس شخص کو قائل کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اپنے نظریات کو دوسروں پر زبردستی مسلط کر دیں، چنانچہ قرآن کا واضح پیغام ہے:

لاإِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنْ الغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى[37]

"دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہدایت، گمراہی سے ممتاز ہو کر واضح ہو چکی ہے۔ اب جو شخص طاغوت (شیطانی قوتوں) کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لائے گا تو وہ مضبوط ترین سہارے کو تھام لے گا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ اسلام ایک اعتدال پسند مذہب ہے، اور وہ تمام تعلیمات میں اپنے اس وصفِ خاص میں ممتاز نظر آتا ہے، جہاں تک انتہا پسندی کا تعلق ہے اسلام اس کے خلاف ہے اور جہاں پہنچ کر عدل وانصاف کے تمام تقاضے رخصت ہو جاتے ہیں صرف ایک جنون باقی رہ جاتا ہے، آج جہاں کہیں بھی دہشت گردی نظر آتی ہے وہ اسی جنون کے مختلف مظاہر ہیں۔

اللہ تعالٰی نے اپنے آخری آسمانی دین کو جن بے شمار خصوصیات اور امتیازات سے نوازا، ان میں ایک وصفِ خاص یہ ہے کہ اس کا ہر حکم اعتدال پر مبنی اور افراط و تفریط سے پاک ہے۔ جب تک امت میں بہ حیثیتِ مجموعی اعتدال پسندی موجود تھی تو معاشرے میں امن وسکون اور چین تھا، مختلف نظریات کے حامل بھی ایک دوسرے کا دل وجان سے احترام کرتے تھے۔

اللہ تعالٰی نے اسلام کو دین دعوت بنایا ہے، نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت شرق وغرب کے تمام انسانوں کو اس الہامی دین کو قبول کرنے کی طرف بلاتی ہے۔ اللہ تعالٰی نے اس دین کو پہنچانے کے لئے قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں حکمت اور دانائی یعنی اعتدال، اچھی نصیحت اور دلائل کا تذکرہ کیا:

أُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ[38]

"اپنے رب کی طرف حکمت اور بہترین وعظ کے ذریعہ دعوت دو اور اُن سے اچھے طریقہ سے بحث کرو۔"

جہاں ایک طرف اسلام نے اعتدال پسندی کا درس دیا ہے تو دوسری طرف غلو اور افراط سے باقاعدہ منع بھی کیا گیا ہے چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ[39]

"حد سے بڑھنے والے ہلاک ہوئے۔"

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ[40]

"یہ دین آسان ہے اور جو دین میں بے جا سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا۔"

حقوق و معاملات میں بھی دین کی اعتدال روی نمایاں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ[41]

"تمہارے اوپر تمہارے رب کا حق ہے اور تمہارے نفس کا حق ہے۔ تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے اور اس لیے ہر حقدار کا حق ادا کرو)۔"

نوجوانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ جذباتی پن کا شکار نہ ہوں اور کسی بھی معاملے میں انتہاپسندانہ رویے کی بجائے معتدل، تفکر و تدبیر اور ناقدانہ سوچ کا رویہ اپنائیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں نوجوانوں کا کردار ہر دور میں مسلم رہا ہے، بنا بر مذکور معاصر حالات کا تقاضہ ہے کہ مذہبی اثاثے کا جائزہ لے کر عصرِ نو کے مخصوص حالات کے پسِ منظر میں مسلم نوجوانوں کے حقوق و فرائض کی تشکیلِ جدید کی جائے۔

نتائج وسفارشات

کسی قوم کا عروج و زوال اس قوم کی نوجوان نسلوں کی اُس تعلیم و تربیت پر منحصر ہے جو اُن کی روح اور شعور کو دی جاتی ہے، اس لیے اصلاحِ معاشرہ کے سلسلہ میں نوجوانوں کو ایسی تربیت دینا ضروری امر ہے جو ان کی روح و شعور پر اثر انداز ہو۔

اسلامی مصادر اور لٹریچر میں مختلف پیرایوں میں مسلم نوجوانوں کے حقوق کی طرف نشان دہی ہوتی ہے تاہم ان کا گہرا جائزہ لے کر جدید انداز سے تشکیل کی ضرورت ہے کیونکہ نہ صرف معاشرتی اور عالمی تبدیلیاں بلکہ دورِ حاضر کے جدید رجحانات بھی شدت سے اس کے متقاضی ہیں۔ نوجوانوں کو دی جانی والی تربیت میں ان کے حقوق کا بھرپور ادراک واعتراف کیا جائے اور اس سلسلے میں ان کی ذات وصلاحیتوں کا اعتراف، اعتماد ومشاورت، تعلیم وتربیت کا امتزاج اور ان کی رائے کو وقعت دینی چاہیے۔ اصلاحِ معاشرہ میں اعلیٰ کردار کی ادائیگی کے لیے نوجوانوں کو عرفانِ ذات ومقام، احساسِ ذمہ داری، کردار سازی، پیشہ ورانہ مہارت، احترامِ اکابر، اعتدال پسندی، عملی اقدام سے پہلے کامل تحقیق اور اپنے رویوں میں تفکر وتدبر پر مبنی تعمیل کی پالیسی جیسے فرائض کا احساس دلانا چاہیے۔

حواشی وحوالہ جات

1 شاعر مشرق، علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال: 180، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1972ء

2 سورۃ محمد 47: 12

3 سورۃ آل عمران 3: 159

4 ذهبي، شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان، تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والاعلام 2: 495، دار الكتاب العربي، بيروت، طبع دوم: 1993ء

5 بخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ الجعفی، صحیح البخاری، كتاب المغازى، باب مرض النبى صلى الله عليه وسلم ووفاته، حدیث (4430)، دار طوق النجاۃ، طبع اول: 1422ھ

6 سورۃ آل عمران 3: 159

7 سورۃ الشوریٰ 26: 38

8 سورۃ طہ 20: 114

9 قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع لأحكام القرآن، 4: 41، دار الکتب المصریہ، القاہرہ، مصر، 1964ء

10 ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، أبواب الاستئذان والآداب، باب ما جاء في تعليم السريانية، حدیث (2715) مصطفی البابی الحلبی، مصر، 1395ھ

11 مسلم، ابو الحسن بن الحجاج القشیری النیسابوری، صحیح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الرمى والحث عليه، وذم من علمه ثم نسيه، حدیث (1917) دار احیاء التراث العربی، بیروت، (س۔ن)

12 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابوداؤد، كتاب النكاح، باب فى الأكفاء، حدیث (2101) دار الرسالۃ العالمیہ، 1430ھ

13 دار قطنی، علی بن عمر، سنن دار قطنی، کتاب النکاح حدیث(3558) مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1424ھ

14 صحیح بخاری، كِتَابُ الإِكْرَاهِ، بَابُ لاَ يَجُوزُ نِكَاحُ المكْرَهِ، حدیث(6945)

15 صحیح مسلم، كتاب النكاح، باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق، والبكر بالسكوت، حدیث65-(1420)

16 اصفہانی، ابو نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، 10: 208 دار الفکر، بیروت(س-ن)

17 صحیح البخاری، كِتَابُ الجُمُعَةِ، بَابُ الجُمُعَةِ فِي القُرَى وَالمدُنِ حدیث(893)

18 سنن الترمذی، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع، باب في القيامة، حدیث(2417)

19 ابن حبان، بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد، التمیمی، ابو حاتم، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، كتاب الإيمان، باب فرض الإيمان، ذكر خبر يدل على أن المراد بهذه الأخبار نفي الأمر عن الشيء للنقص عن الكمال، حدیث(194) مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع دوم: 1993ء

20 نفس مصدر

21 سورۃ بنی اسرائیل 17 :36

22 سورۃ النحل 16 :90

23 سورۃ البقرہ 2 :229

24 سورۃ آل عمران 3: 191

25 تفصیل کے لیے مذکورہ بالا کلمات کے مادہ ملاحظہ ہوں: فواد عبدالباقی، معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، دار الکتب المصریۃ، بیروت(س-ن)

26 سنن الترمذی، أبواب القدر، باب ما جاء لا عدوى ولا هامة ولا صفر، حدیث(2143

27 صحیح البخاری، كتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا، وأخبرنا، وأنبأنا، حدیث(61)

28 سنن الترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في المزاح، حدیث(1991)

29 صحیح البخاری، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط، حدیث (2731)

30 صحیح مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، حدیث(2404)

31 سنن الترمذی، أبواب الاستئذان والآداب، باب ما جاء في تعليم السريانية، حدیث(2715)

32 سنن الترمذی، أبواب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب في مناقب أبي حفص عمر بن الخطاب. حدیث(3681)

33 سنن الترمذی، أبواب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في رحمة الصبيان، حدیث(1919)

34 سورۃ الحجرات 49 :6

35 كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع ـ امام مسلم، مقدمة الإمام مسلم ،- باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، حديث4-(4)

36 سورۃالنساء4: 83

37 سورۃالبقرہ2 : 256

38 سورۃالنحل16: 125

39 صحیح مسلم،كتاب العلم، باب هلك المتنطعون،حدیث(2670)

40 صحیح البخاری،كتاب الإيمان بابالدين يسر،حدیث(39)

41 صحیح البخاری،كتاب الصوم ،باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع، ولم ير عليه قضاء إذا كان أوفق له،حدیث (1968)